ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1917

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY, ISLAMABAD

کورس :تاریخِ اسلام • (1917) 2-سطح :بی ایس علومِ اسلامیہ

سمسٹر :خزاں2026 ء

امتحانی مشق نمبر) 1 یونٹ نمبر(4-1

کل نمبر • 100 کامیابی کے نمبر50 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

(For Study & Reference)

نوٹ :یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ متعلقہ یونٹس کو کورس کی کتاب سے پڑھیں، مفاہیم کو سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ میں لکھیں۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com

سوال نمبر :1 حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاحات 20) نمبر(

خلافتِ بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نافذ کردہ اصلاحات کی وضاحت کریں۔

تمہید

بنو امیہ کی خلافت41) ھ تا132 ھ (میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور اگرچہ بہت مختصر تھا، مگر اسلامی تاریخ میں اسے عدل، تقویٰ اور اصلاح کا سنہرا باب قرار دیا جاتا ہے۔ آپ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق 99ھ717) ء (میں منصبِ خلافت پر فائز ہوئے اور محض ڈھائی سال کے لگ بھگ، یعنی101 ھ720) ء (تک اس ذمہ داری کو نبھایا۔ آپ کی والدہ حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں، اسی نسبت سے آپ کو» عمرِ ثانی «اور پانچواں خلیفۂ راشد بھی کہا جاتا ہے۔ خلافت سنبھالنے سے پہلے آپ مدینہ منورہ کے گورنر رہ چکے تھے اور وہاں بھی عدل و علم دوستی کی شہرت رکھتے تھے۔

آپ کی اصلاحات کی اہمیت اس پس منظر میں سمجھنی چاہیے کہ آپ سے پہلے کے دور میں اقربا پروری، عاملوں کی زیادتیاں، بیت المال کے غلط استعمال اور غیر مسلموں اور موالی) نو مسلموں (پر ناجائز بوجھ جیسی شکایات عام ہو چکی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کو بادشاہت کے بجائے امانت سمجھا اور قرآن و سنت اور خلفائے راشدین کے نمونے کو اپنا رہنما بنایا۔ ذیل میں ان کی اصلاحات کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کی وسعت اور اثرات واضح ہو سکیں۔

مالی و محصولات کی اصلاحات

سب سے اہم اصلاحات مالی شعبے میں ہوئیں۔ آپ نے حکم دیا کہ جو شخص اسلام قبول کر لے اس سے جزیہ فوراً ختم کر دیا جائے، کیونکہ بعض عامل نو مسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتے رہتے تھے جس سے اسلام کی تبلیغ رکتی اور رعایا بددل ہوتی تھی۔ اسی طرح آپ نے خراج کی وصولی میں نرمی اور انصاف کا حکم دیا، زمینداروں اور کاشتکاروں پر مقررہ شرح سے زیادہ وصولی ممنوع قرار دی اور نہری پانی، چراگاہوں اور بازاروں پر عائد ناجائز ٹیکس) مکوس (ختم کر دیے۔ آپ کا مشہور فرمان تھا کہ حاکم کا کام محصول بڑھانا نہیں بلکہ زمین کو آباد کرنا اور رعایا کو خوش حال بنانا ہے؛ جب کاشتکار خوش حال ہوگا تو آمدنی خود بڑھے گی۔

بیت المال کے بارے میں آپ نے سخت احتیاط اختیار کیا۔ شاہی خاندان کے افراد کو دی گئی جاگیریں اور تحائف جو ناجائز طریقے سے حاصل ہوئے تھے، واپس لے کر بیت المال میں شامل کر دیے گئے۔ آپ نے اپنے ذاتی اخراجات اور اہلِ خانہ کے وظائف میں کمی کی، اپنی اہلیہ فاطمہ بنت عبدالملک کے زیورات تک بیت المال میں جمع کرا دیے اور خلافت کی سواری اور رہائش میں سادگی اختیار کی۔ اس کے ساتھ آپ نے یہ اصول جاری کیا کہ عامل اور افسر اپنے علاقے کے لوگوں سے تحائف قبول نہیں کریں گے، کیونکہ تحفہ عملاً رشوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ان اقدامات سے بیت المال کی آمدنی میں وقتی کمی ضرور آئی مگر برکت اور اعتماد اتنا بڑھا کہ مورخین لکھتے ہیں کہ صدقہ و زکاۃ لینے والا مشکل سے ملتا تھا۔

انتظامی و عدالتی اصلاحات

انتظامی میدان میں آپ نے نااہل اور ظالم عاملوں کو بڑی تعداد میں معزول کر دیا اور ان کی جگہ دیانت دار اور اہل افراد مقرر کیے۔ صوبوں کے گورنروں کو آپ باقاعدہ تحریری ہدایات بھیجتے تھے جن میں عدل، نرمی اور عوام کی شکایات سننے کی تاکید ہوتی تھی۔ آپ نے ہر صوبے میں «دیوان المظالم» کی طرز پر شکایات سننے کا نظام مضبوط کیا اور خود بھی عوام کی درخواستیں سنتے تھے۔ جس شخص کی زمین یا جائیداد ناجائز طور پر ضبط کی گئی ہو، اسے واپس دلانے کے احکام جاری کیے گئے، حتیٰ کہ یہ جائزے شاہی خاندان کے افراد تک پر لاگو ہوئے۔

عدل کے قیام کے لیے آپ نے قاضیوں کی تقرری میں تقویٰ اور علم کو معیار بنایا اور انہیں عاملوں کے دباؤ سے آزاد رکھا۔ آپ کا ارشاد تھا کہ اگر کوئی عامل ظلم کرے تو اس کی سزا عام مجرم سے زیادہ سخت ہوگی۔ دور دراز کے صوبوں، مثلاً خراسان، سندھ اور افریقہ کے گورنروں کو بھی آپ کے اصلاحی خطوط ملے جن میں غیر مسلم رعایا کی جان و مال کے تحفظ اور معاہدوں کی پاسداری کی سخت تاکید تھی۔ ان اقدامات نے حکومت اور رعایا کے درمیان وہ اعتماد بحال کیا جو فتنوں اور زیادتیوں سے کمزور ہو چکا تھا۔

سماجی و دینی اصلاحات

سماجی سطح پر آپ نے موالی اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کیا۔ اہلِ ذمہ کے گرجا گھروں اور عبادت گاہوں کے تحفظ کے احکام دیے گئے، بوڑھے اور معذور غیر مسلموں کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے گئے اور قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کی گئی۔ آپ نے اہلِ بیت کے حقوق بھی بحال کیے؛ بنو ہاشم کو ان کے وظائف دوبارہ جاری کیے گئے اور جمعہ کے خطبے میں حضرت علیؓ پر لعن کی بدعت، جو دہائیوں سے رائج تھی، ختم کر کے اس کی جگہ قرآن مجید کی آیت» إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ «پڑھنے کا حکم دیا گیا، جو آج تک خطبۂ جمعہ کا حصہ ہے۔ یہ ایک ایسا اقدام تھا جس نے امت کے داخلی انتشار کو کم کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔

دینی اور علمی میدان میں آپ کی سب سے بڑی خدمت حدیثِ نبویؐ کی تدوین کا سرکاری فرمان ہے۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ صحابہ و تابعین کے انتقال کے ساتھ احادیث ضائع نہ ہو جائیں، اس لیے آپ نے مدینہ کے گورنر ابوبکر بن محمد بن حزم اور امام ابن شہاب زہریؒ کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہی کوشش بعد میں حدیث کی باقاعدہ تدوین کی بنیاد بنی۔

اس کے علاوہ آپ نے حدود و قصاص کے نفاذ میں بھی سنتِ نبویؐ کی طرف رجوع کیا، شراب اور دیگر منکرات پر سختی کی اور امر بالمعروف کا اہتمام کیا، مگر ساتھ ہی مختلف فرقوں، حتیٰ کہ خوارج تک سے مناظرے اور نرمی کی پالیسی اختیار کی جس سے کئی گروہ مسلح بغاوت سے باز آ گئے۔

دعوت، خارجہ تعلقات اور اصلاحات کے اثرات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دعوتِ اسلام کو فوجی فتوحات پر ترجیح دی۔ آپ نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت پر مشتمل خطوط لکھے؛ سندھ کے راجاؤں کو بھی دعوت دی گئی اور کہا گیا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں تو ان کی حکومتیں برقرار رہیں گی۔ آپ کے عدل کی شہرت سے سندھ اور خراسان سمیت کئی علاقوں میں لوگ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہوئے۔ بازنطینی قیدیوں کے تبادلے اور سرحدی علاقوں کے نظم و نسق میں بھی آپ نے انسانیت اور معاہدوں کی پاسداری کو مقدم رکھا۔ فتوحات کی رفتار وقتی طور پر کم ہوئی، لیکن سلطنت کے اندر استحکام، اخلاقی بلندی اور عوامی اعتماد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

ان اصلاحات کے اثرات دور رس ثابت ہوئے۔ رعایا کی خوش حالی بڑھی، ٹیکسوں کی شکایات کم ہوئیں، اہلِ علم کی قدر افزائی ہوئی اور خلافت کی ساکھ بحال ہوئی۔ تاہم افسوس کہ آپ کا دور بہت مختصر رہا؛101 ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا اور بعد کے خلفاء نے آپ کی تمام پالیسیوں کو اسی جذبے سے جاری نہ رکھا۔ اس کے باوجود مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ثابت کر دیا کہ اگر حکمران چاہے تو بڑی سے بڑی سلطنت کو بھی قرآن و سنت کے اصولوں پر چلایا جا سکتا ہے اور اصلاح کے لیے طویل مدت نہیں، پختہ نیت اور عدل درکار ہوتا ہے۔

جدول 1: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہم اصلاحات ایک نظر میں

اہم اصلاحات	شعبہ
نو مسلموں سے جزیہ کا خاتمہ، ناجائز ٹیکسوں (کی مکوس) منسوخی، ناجائز جاگیروں کی بیت المال میں واپسی	مالیات
ظالم عاملوں کی معزولی، دیانت دار تقرریاں، شکایات و مظالم کی سماعت کا نظام	انتظامیہ

موالی و اہلِ ذمہ سے مساویانہ سلوک، اہلِ بیت کے وظائف کی بحالی، لعن کی بدعت کا خاتمہ	سماجی
احادیث کی تدوین کا فرمان، علماء کی سرپرستی، امر بالمعروف کا اہتمام	دینی و علمی
حکمرانوں کو دعوتی خطوط، جبر کے بجائے اخلاص و عدل سے تبلیغ	دعوت

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاحات مالی، انتظامی، عدالتی، سماجی اور دینی تمام شعبوں پر محیط تھیں۔ ان کی بنیاد ایک ہی اصول پر تھی :حکومت رعایا کی خدمت اور خدا کے احکام کے نفاذ کا ذریعہ ہے، نہ کہ ذاتی جاہ و جلال کا۔ آپ نے نو مسلموں کی حوصلہ افزائی کی، بیت المال کو امانت بنایا، مظلوموں کا حق دلایا اور حدیث کی تدوین جیسی علمی خدمت انجام دی۔ یہی وجہ ہے کہ مختصر مدت کے باوجود آپ کا شمار اسلامی تاریخ کے عظیم ترین مصلح حکمرانوں میں ہوتا ہے اور آپ کی سیرت آج بھی حکمرانوں اور منتظمین کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سوال نمبر :2 اموی عہد میں سائنسی علوم کی سرگرمیاں 20) نمبر(

اموی عہد میں سائنسی علوم کے حوالے سے کیا سرگرمیاں رہیں؟ وضاحت کریں۔

تمہید

بنو امیہ کا دور41) ھ تا132 ھ661 / ء تا750 ء (بنیادی طور پر فتوحات اور سلطنت کی توسیع و تنظیم کا دور تھا۔ اس عہد میں مسلمانوں کی توجہ کا بڑا حصہ سیاسی استحکام، عربیت کے فروغ اور دینی علوم کی ابتدائی تدوین پر رہا، اس لیے سائنسی علوم میں وہ وسعت پیدا نہ ہوئی جو بعد میں عباسی عہد میں نظر آتی ہے۔ تاہم یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اموی عہد سائنسی سرگرمیوں سے خالی تھا۔ اسی دور میں سائنسی علوم کی وہ بنیادیں رکھ دی گئیں جن پر عباسیوں نے اپنی شاندار علمی عمارت تعمیر کی۔

اس سرگرمی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ فتوحات کے نتیجے میں مسلمان یونانی، فارسی، مصری، شامی اور ہندی تہذیبوں سے براہِ راست رابطے میں آ گئے تھے۔ دمشق، اسکندریہ، انطاکیہ، حران اور جندیشاپور جیسے پرانے علمی مراکز سلطنت کا حصہ بن چکے تھے، جہاں طب، کیمیا، فلکیات اور ریاضی کی روایات موجود تھیں۔ اموی شہزادوں اور خلفاء میں سے بعض نے ان علوم کی سرپرستی بھی کی۔ ذیل میں اس عہد کی اہم سائنسی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

طب کے میدان میں پیشرفت

اموی عہد میں سب سے نمایاں سائنسی سرگرمی طب کے میدان میں رہی۔ خلفاء اور امراء اپنی صحت کے لیے ماہر اطباء کی خدمات حاصل کرتے تھے اور ان کی سرپرستی میں طبی کتب کے تراجم بھی ہوئے۔ معاویہؓ کے دور میں یہودی طبیب ابن آثال دمشق میں مشہور ہوا۔ اس کے بعد بصرہ کے طبیب ماسرجویہ نے خلیفہ مروان بن حکم اور پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں سریانی زبان سے اہرن القس کی طبی کتاب (کناش) کا عربی ترجمہ کیا، جسے عربی طب کی ابتدائی بنیادوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عبدالملک بن مروان کے طبیب تیاذوق بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھے۔

طب کی ان سرگرمیوں کا ایک اور پہلو عملی اداروں کا قیام تھا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے (88ھ 707ء) میں دمشق میں ایک شفاخانہ (بیمارستان) قائم کیا جہاں مریضوں کا مفت علاج ہوتا تھا اور کوڑھ کے مریضوں کے لیے الگ انتظام اور وظائف مقرر کیے گئے۔ یہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی باقاعدہ شفاخانوں میں سے ایک ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طب محض ذاتی دلچسپی نہیں بلکہ عوامی فلاح کا ذریعہ بھی بن رہی تھی۔ طبیبوں کو سرکاری عہدے اور انعامات دیے جاتے تھے، جس سے یونانی و سریانی طبی روایت عربی ماحول میں منتقل ہونے لگی۔

کیمیا اور شہزادہ خالد بن یزید

کیمیا) الکیمیا (کے میدان میں اموی عہد کی سب سے مشہور شخصیت شہزادہ خالد بن یزید بن معاویہ ہیں، جنہیں »حکیم آلِ مروان «کہا جاتا ہے۔ خلافت سے محرومی کے بعد آپ نے خود کو علم و حکمت کے لیے وقف کر دیا۔ مصر میں مقیم یونانی راہب مریانس سے آپ نے کیمیا سیکھی اور استفان نامی عالم سے یونانی کتب کے تراجم کرائے۔ آپ کی سرپرستی میں کیمیا، طب اور فلکیات کی متعدد یونانی و قبطی کتب عربی میں منتقل ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ عربی میں کیمیا پر پہلی تصانیف بھی آپ ہی سے منسوب ہیں۔

خالد بن یزید کی سرگرمیوں کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ان سے ترجمے کی وہ روایت شروع ہوئی جو بعد میں عباسی عہد میں» بیت الحکمہ «کی عظیم تحریک بنی۔ اس دور میں کیمیا کا مقصد زیادہ تر دھاتوں کی تبدیلی اور» اکسیر «کی تلاش تھا، مگر اسی کوشش کے دوران کشید، تطہیر اور آمیزش جیسے عملی تجرباتی طریقے ترقی پاتے گئے، جنہوں نے بعد کے مسلم کیمیا دانوں، خاص طور پر جابر بن حیان، کے لیے راہ ہموار کی۔ اس کے ساتھ ساتھ خوشبو سازی، رنگ سازی اور شیشہ گری جیسے فن بھی شام و مصر کے پرانے مراکز میں جاری رہے۔

فلکیات، ریاضی اور موسمیات کی ابتدائی سرگرمیاں

فلکیات اور ریاضی میں اموی عہد کی سرگرمیاں ابتدائی نوعیت کی تھیں، مگر موجود ضرور تھیں۔ حج اور نماز کے اوقات، قبلے کی سمت اور قمری تقویم کی ضروریات نے مسلمانوں کو فلکیات کی طرف متوجہ رکھا۔ شہزادہ خالد بن یزید کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے فلکیات کی کتب کے تراجم بھی کرائے۔ اسی دور میں سن و تاریخ کے حساب، وراثت کے مسائل) علم الفرائض (اور زمین کی پیمائش جیسی عملی ضرورتوں نے حساب و ریاضی کی مشق کو فروغ دیا، کیونکہ خراج اور زمین کی پیمائش کے بغیر وسیع سلطنت کا نظام چلانا ممکن نہیں تھا۔

اموی عہد میں شامی اور عراقی مراکز میں اسطرلاب کے ابتدائی استعمال اور ستاروں کے مشاہدے کی خبریں بھی ملتی ہیں، اگرچہ باقاعدہ رصدگاہیں عباسی دور میں قائم ہوئیں۔ اسی طرح نہری نظام، آب پاشی کے پیمانوں اور وقتی گھڑیوں جیسی ایجادات کا سلسلہ سلطنت کی عملی ضرورتوں سے جڑا رہا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دمشق کی جامع مسجد میں بعد کے ادوار میں مشہور فلکیاتی گھڑی بھی اسی علمی تسلسل کی یادگار سمجھی جاتی ہے۔

فنِ تعمیر، انجینئرنگ اور دیگر عملی علوم

سائنسی علوم کی عملی صورت سب سے زیادہ فنِ تعمیر میں ظاہر ہوئی۔ قبة الصخره) یروشلم،72 ھ(، جامع مسجد دمشق، مسجدِ نبویؐ کی توسیع و تزئین اور صحرائی محلات) قصیر عمرہ وغیرہ (اس دور کی تعمیراتی مہارت کے شاہکار ہیں۔ ان عمارتوں کی تعمیر میں جیومیٹری، پیمائش، گنبد سازی اور پانی کی ترسیل کے پیچیدہ نظام استعمال ہوئے۔ صحراؤں میں پانی کے ذخائر، حمام اور نہریں اس دور کی انجینئرنگ کی زندہ مثالیں ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں شاہراہوں کی مرمت، میل کے پتھر اور سرائے بھی قائم ہوئے۔

اس کے علاوہ عبدالملک بن مروان کی انتظامی اصلاحات نے بھی کئی عملی علوم کو فروغ دیا۔ سرکاری دفاتر) دواوین (کا ریکارڈ فارسی و یونانی سے عربی میں منتقل کیا گیا، خالص اسلامی سکے) دینار و درہم (ڈھالے گئے جن کے اوزان و معیار مقرر کیے گئے، اور ڈاک کا نظام) برید (منظم کیا گیا۔ سکوں کی تیاری میں دھات شناسی اور مہر سازی کی مہارت درکار تھی۔ اسی طرح بحری جہاز رانی اور جہاز سازی میں بھی پیشرفت ہوئی، کیونکہ اموی بحریہ نے بحیرۂ روم میں اہم کردار ادا کیا اور اس کے لیے جہاز سازی کے کارخانے) دار الصناعہ (قائم ہوئے۔

جائزہ :عباسی علمی انقلاب کی بنیاد

اموی عہد کی سائنسی سرگرمیوں کا منصفانہ جائزہ لیا جائے تو تین باتیں واضح ہوتی ہیں۔ اول، اس عہد میں سائنس ذاتی سرپرستی اور عملی ضرورتوں کے تحت آگے بڑھی، کوئی باقاعدہ ریاستی علمی ادارہ موجود نہیں تھا۔ دوم، سب سے زیادہ ترقی طب اور کیمیا میں ہوئی جبکہ فلکیات و ریاضی ابتدائی مراحل میں رہیں۔ سوم، یونانی و سریانی کتب کے تراجم کی ابتداء اسی دور کی اہم ترین کامیابی ہے، کیونکہ اس نے عرب ذہن کو غیر ملکی علوم سے روشناس کرایا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اموی خلفاء کی زیادہ تر توجہ فتوحات اور سیاست پر رہی اور عربی عصبیت کی فضا میں غیر عرب علماء کو وہ مقام نہ مل سکا جو بعد میں عباسی بغداد میں حاصل ہوا۔ اس کے باوجود خالد بن یزید کی ترجمہ سرپرستی، دمشق کا شفاخانہ اور ماسرجویہ جیسے اطباء کی خدمات وہ بیج تھے جن سے عباسی عہد کا عظیم الشان علمی درخت اگا۔ لہٰذا اموی عہد کو سائنسی جمود کا دور کہنے کے بجائے علمی تیاری اور بنیاد سازی کا دور کہنا زیادہ درست ہوگا۔

نتیجہ

اختصاراً کہا جا سکتا ہے کہ اموی عہد میں سائنسی سرگرمیاں طب، کیمیا، ترجمہ، فنِ تعمیر اور انتظامی عملی علوم کے گرد گھومتی رہیں۔ شہزادہ خالد بن یزید کی سرپرستی میں یونانی کتب کے تراجم، دمشق میں شفاخانے کا قیام، طبی کتب کی عربی میں منتقلی اور شاندار عمارتوں کی تعمیر اس دور کی نمایاں خدمات ہیں۔ اگرچہ منظم رصدگاہیں، کتب خانے اور تحقیقی ادارے اس عہد میں قائم نہ ہو سکے، مگر یہی سرگرمیاں آنے والے عباسی علمی عروج کی تمہید ثابت ہوئیں اور مسلمانوں کو عالمی علوم ورثے کا وارث بنانے کا راستہ اسی دور میں کھلا۔

سوال نمبر :3 صلیبی جنگوں کے اسباب 20) نمبر(

صلیبی جنگوں کے اسباب پر سیر حاصل بحث کریں۔

تمہید

صلیبی جنگیں1095) ء تا1291 ء (سے مراد وہ طویل جنگی سلسلہ ہے جو مغربی یورپ کے عیسائیوں نے پوپ کی قیادت اور سرپرستی میں مقدس سرزمین) فلسطین (کو مسلمانوں سے چھیننے کے لیے شروع کیا۔ تقریباً دو سو سال تک جاری رہنے والی ان جنگوں میں آٹھ بڑی مہمیں بھیجی گئیں۔ بظاہر ان جنگوں کا نعرہ مذہبی تھا، مگر ان کے پیچھے سیاسی، معاشی، سماجی اور نفسیاتی عوامل کا ایک پورا جال کارفرما تھا۔ ان اسباب کو سمجھے بغیر اس طویل تصادم کی حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

گیارہویں صدی کے آخر میں یورپ اور عالمِ اسلام دونوں کی حالتیں ان جنگوں کے لیے زمین ہموار کر رہی تھیں۔ ایک طرف مغربی یورپ میں آبادی بڑھ رہی تھی، جاگیرداری نظام خانہ جنگیوں کو جنم دے رہا تھا اور کلیسا سیاسی طاقت کا مرکز بننا چاہتا تھا؛ دوسری طرف عالمِ اسلام میں سلجوقی سلطنت تقسیم ہو چکی تھی، فاطمی اور عباسی خلافتوں میں اختلاف تھا اور مقدس مقامات کی حفاظت کرنے والی کوئی واحد مضبوط طاقت موجود نہیں تھی۔ درج ذیل میں ان اسباب کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

مذہبی اسباب اور پوپ اربن دوم کی تقریر

صلیبی جنگوں کا سب سے ظاہری اور فوری سبب مذہبی جوش تھا۔ بیت المقدس) یروشلم (عیسائیوں کے نزدیک مقدس ترین شہر تھا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب مقامات اور چرچ آف دی ہولی سیپلکر واقع تھے۔ یورپ کے عیسائی زائرین کثیر تعداد میں زیارت کے لیے فلسطین جاتے تھے۔ جب سلجوقی ترکوں نے اناطولیہ اور شام پر قبضہ کیا تو یورپ میں یہ خبریں پھیلائی گئیں کہ زائرین کو ستایا جا رہا ہے اور مقدس مقامات خطرے میں ہیں، حالانکہ پہلے بھی مسلمان حکمرانوں کے دور میں زائرین عام طور پر امن سے آتے جاتے رہے تھے۔

1095ء میں فرانس کے شہر کلیرمونٹ میں پوپ اربن دوم نے ایک پُرجوش تقریر کی جس میں اس نے یورپ کے عیسائیوں کو مقدس سرزمین کی» آزادی «کی دعوت دی اور اعلان کیا کہ اس جنگ میں شریک ہونے والوں کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور مرنے والے سیدھے جنت میں جائیں گے۔» خدا چاہتا ہے (Deus Vult) «کا نعرہ گونج اٹھا اور صلیب کا نشان لگا کر ہزاروں لوگ اس مہم کے لیے تیار ہو گئے۔ گناہوں کی معافی اور روحانی نجات کی یہ لالچ مذہبی سبب کا سب سے مؤثر جزو تھی، کیونکہ اس نے عام کسان سے لے کر نائٹ تک ہر طبقے کو متحرک کر دیا۔

کلیسا اور پوپ کے سیاسی مقاصد

پوپ کے اقدام کے پیچھے کلیسا کے سیاسی مقاصد بھی تھے۔ مغربی کاتھولک (اور مشرقی) آرتھوڈوکس (کلیسا1054 ء میں باہم جدا ہو چکے تھے۔ پوپ چاہتا تھا کہ مشرقی کلیسا کو دوبارہ روم کے ماتحت کرے اور عیسائی دنیا کی واحد قیادت حاصل کرے۔ مقدس جنگ کی قیادت اسے یورپ کے بادشاہوں اور جاگیرداروں پر بھی فوقیت دلا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ یورپ کے اندر جاگیرداروں کی آپس کی خونریز لڑائیاں کلیسا کے لیے دردِ سر بنی ہوئی تھیں؛» امنِ خدا «کی تحریک ناکام ہو چکی تھی۔ ان جنگجوؤں کی توانائیوں کو بیرونی دشمن کی طرف موڑنے سے یورپ کے اندر امن قائم رہ سکتا تھا اور کلیسا کی ساکھ بھی بڑھ سکتی تھی۔

اسی طرح یورپی نائٹوں اور شہزادوں کے اپنے سیاسی و معاشی مقاصد بھی اس مہم سے جڑے ہوئے تھے۔ کئی چھوٹے شہزادے اور جاگیردار مشرق میں اپنے لیے نئی ریاستیں قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، جو بعد میں ایڈیسا، انطاکیہ، یروشلم اور طرابلس کی صلیبی ریاستوں کی صورت میں پورے بھی ہوئے۔ مذہبی نعرے کے پیچھے زمین، اقتدار اور دولت کی خواہش بڑی تعداد میں مہم جوؤں کا اصل محرک تھی۔

بازنطینی سلطنت کی اپیل اور سلجوقی پیش قدمی

مشرق کی طرف سے فوری محرک بازنطینی سلطنت کی اپیل تھی۔1071 ء میں ملازکرد) مانزیکرٹ (کی جنگ میں سلجوقی سلطان الپ ارسلان نے بازنطینی شہنشاہ کو شکست دے کر اناطولیہ کا بڑا حصہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد ترک اناطولیہ میں پھیلتے گئے اور قسطنطنیہ کے لیے خطرہ بن گئے۔ بازنطینی شہنشاہ الیکسیس اول نے پوپ سے سلجوقیوں کے خلاف

فوجی مدد مانگی؛ اس کا مقصد صرف کرائے کے سپاہی حاصل کرنا تھا، مگر پوپ نے اسے پوری مغربی دنیا کی مذہبی جنگ میں بدل دیا۔

اس صورت حال میں یہ امر بھی اہم ہے کہ گیارہویں صدی کے آخر میں عالمِ اسلام سیاسی انتشار کا شکار تھا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات1092) ء (کے بعد سلجوقی سلطنت ٹکڑوں میں بٹ گئی تھی؛ شام میں چھوٹے چھوٹے امیر آپس میں لڑ رہے تھے، مصر کی فاطمی حکومت اور بغداد کی عباسی خلافت میں مذہبی و سیاسی رقابت تھی، اور یہی اندرونی کمزوری صلیبیوں کی کامیابی کی راہ ہموار کرنے لگی۔ اگر مسلمان اس وقت متحد ہوتے تو صلیبی مہموں کا یہ سلسلہ اس پیمانے پر شروع ہی نہ ہو پاتا۔

یورپ کے سماجی و معاشی حالات

سماجی و معاشی اسباب بھی کم اہم نہیں تھے۔ گیارہویں صدی میں یورپ کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی تھی، زمین کم پڑ رہی تھی اور جاگیرداری وراثت کے قانون کے مطابق زمین بڑے بیٹے کو ملتی تھی، اس لیے چھوٹے بیٹے اور بے زمین نائٹ مہم جوئی کے سوا کوئی راستہ نہیں رکھتے تھے۔ قحط، طاعون اور غربت نے بھی عام لوگوں کو بہتر زندگی کی تلاش میں مشرق کی طرف راغب کیا۔ مشرق کی دولت و آسائش کی کہانیاں، جو تاجروں اور لوٹنے والے زائرین کے ذریعے یورپ پہنچتی تھیں، بھی لالچ کا باعث بنیں۔

اٹلی کے تجارتی شہروں، خصوصاً وینس، جنوا اور پیسا، کے اپنے مفادات تھے۔ وہ مشرقی بحیرۂ روم کی تجارت پر قبضہ چاہتے تھے جو اس وقت مسلمانوں اور بازنطینیوں کے ہاتھ میں تھی۔ صلیبی ریاستوں کے قیام سے انہیں شام کے ساحلی شہروں میں تجارتی کوٹھیاں اور مراعات مل سکتی تھیں۔ چوتھی صلیبی جنگ1204) ء (میں وینس کے تاجروں نے مہم کا رخ قسطنطنیہ کی طرف موڑ کر اس تجارتی مقصد کو بالکل واضح کر دیا۔ لہٰذا یہ کہنا بجا ہے کہ صلیبی جنگیں صرف مذہب کا نتیجہ نہیں تھیں بلکہ یورپ کی توسیع پسندی اور تجارت کی بھی پیداوار تھیں۔

فوری واقعات اور نفسیاتی فضا

کچھ فوری واقعات نے بھی فضا کو بارود بنا دیا۔ فاطمی خلیفہ الحاکم کے دور میں1009 ء میں چرچ آف دی ہولی سیپلکر کو منہدم کیے جانے کی خبر یورپ میں دہائیوں تک مذہبی اشتعال کا ذریعہ بنی رہی، حالانکہ بعد میں اس کی

تعمیرِ نو ہو چکی تھی۔ اسی طرح نارمنوں کی مسلم سپین اور سسلی میں پیش قدمی نے یورپی عیسائیوں کو خود اعتمادی دی تھی اور سپین میں مسلمانوں کے خلاف جاری» ریکون کوئیستا «نے مقدس جنگ کے تصور کو عام کر دیا تھا۔

نفسیاتی طور پر یورپ میں ہزار سالہ مذہبی توقعات، شہادت کی طلب اور صلیب کی علامت نے عوامی ذہن کو جنگ کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ پیٹر دی ہرمٹ جیسے واعظوں نے گاؤں گاؤں گھوم کر جذبات بھڑکائے اور عوامی صلیبی مہم) پیپلز کروسیڈ (کلیرمونٹ کے فیصلے سے بھی پہلے روانہ ہو گئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جنگیں محض چند حکمرانوں کا فیصلہ نہیں تھیں، بلکہ یورپی معاشرے کے کئی طبقات کی خواہشات اور مسائل کا مجموعی اظہار تھیں۔

جدول 1: بڑی صلیبی جنگوں کی مختصر فہرست

صلیبی جنگ	مدت	مختصر نتیجہ
پہلی	1096ء تا 1099ء	یروشلم فتح ہوا؛ شام و فلسطین میں چار صلیبی ریاستیں قائم ہوئیں
دوسری	1147ء تا 1149ء	ایڈیسا کی واپسی کے لیے آئی؛ ناکام رہی
تیسری	1189ء تا 1192ء	صلاح الدین ایوبی سے معاہدہ؛ یروشلم مسلمانوں کے پاس رہا
چوتھی	1202ء تا 1204ء	قسطنطنیہ پر قبضہ؛ اصل مقصد سے ہٹ گئی
آٹھویں تک کی مہمیں	1217ء تا 1270ء	مصر و تونس کی طرف رخ؛ بالعموم ناکامی
آخری مرحلہ	1291ء	عکا کے سقوط سے صلیبی ریاستوں کا خاتمہ

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ صلیبی جنگوں کے اسباب کثیر الجہات تھے :ظاہری سبب مذہبی تھا، یعنی مقدس مقامات کی بازیابی اور زائرین کی حفاظت؛ اس کے پیچھے پوپ اور کلیسا کے سیاسی مقاصد، بازنطینی سلطنت کی مدد کی اپیل، یورپ کی

بڑھتی آبادی، بے زمین نائٹوں کی مہم جوئی، اطالوی شہروں کے تجارتی مفادات اور مسلمانوں کا داخلی انتشار کارفرما تھا۔ کسی ایک سبب کو اصل قرار دینا درست نہیں؛ یہ تمام عوامل مل کر اس طویل اور خونریز تصادم کی وجہ بنے، جس نے دو سو سال تک مشرقِ وسطیٰ کی سیاست، تجارت اور تہذیب پر گہرے اثرات ڈالے اور بالآخر صلیبی ریاستوں کے خاتمے اور مسلمانوں کی بیداری، خصوصاً صلاح الدین ایوبی کی قیادت، پر اختتام پذیر ہوا۔

سوال نمبر 4: عہد بنو عباس کی علمی و ادبی سرگرمیاں 20) نمبر(

عہدِ بنو عباس میں ہونے والی علمی و ادبی سرگرمیوں کا نشان دہی کریں۔

تمہید

عہدِ بنو عباس(132) ھ تا656 ھ750 / ء تا1258 ء (کو اسلامی تہذیب کا علمی و ادبی عروج کا دور قرار دیا جاتا ہے۔ پانچ صدیوں پر پھیلے اس طویل دور میں بغداد دنیا کا سب سے بڑا علمی مرکز بن گیا اور یہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ ادب، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ اور ترجمے کی یادگار سرگرمیاں انجام پائیں۔ اس علمی تحریک کی کامیابی کی بڑی وجوہ خلفاء کی سرپرستی، کاغذ کی صنعت کا فروغ، مختلف قوموں) عرب، فارسی، ترک، سریانی (کا اشتراک اور سلطنت کی دولت و امن تھیں۔

750ء میں سفاح نے خلافت کی بنیاد رکھی، منصور نے762 ء میں بغداد آباد کیا، اور پھر ہارون الرشید اور خاص طور پر مامون الرشید کے دور میں علمی سرگرمیاں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئیں۔ مامون نے بغداد میں» بیت الحکمہ «قائم کیا جہاں ترجمے، تصنیف اور تحقیق کا منظم کام ہوتا تھا۔ اس دور کی علمی و ادبی سرگرمیوں کی نشاندہی درج ذیل شعبوں کی صورت میں کی جاتی ہے۔

ترجمے کی عظیم تحریک

عباسی دور کی سب سے بنیادی سرگرمی یونانی، فارسی، سریانی اور ہندی کتب کا عربی میں ترجمہ تھا۔ خلفاء یونانی علاقوں سے قلمی نسخے منگواتے اور مترجمین کو سونے میں تول کر انعام دیتے تھے۔ حنین بن اسحاق، ان کے بیٹے اسحاق بن حنین، ثابت بن قرہ، یوحنا بن ماسویہ اور قسطا بن لوقا اس تحریک کے سرغنہ تھے۔ جالینوس اور بقراط کی طبی کتب،

ارسطو و افلاطون کی فلسفیانہ تصانیف، اقلیدس اور بطلیموس کی ریاضی و فلکیاتی کتب عربی میں منتقل ہوئیں۔ فارسی سے» کلیلہ و دمنہ «کا ترجمہ عبداللہ بن مقفع نے کیا اور ہندی سے علمِ حساب و فلکیات کی کتب» سند ہند «کے نام سے ترجمہ ہوئیں۔

اس ترجمے کے اثرات غیر معمولی تھے۔ عربی زبان محض مذہبی زبان نہ رہی بلکہ دنیا کی سب سے بڑی علمی زبان بن گئی؛ نئی اصطلاحات وضع ہوئیں، اور مسلمان علماء نے محض نقل پر اکتفا نہ کیا بلکہ اصل مصادر پر تحقیق، شرح اور تنقید کا کام شروع کر دیا۔ یہی ترجمہ شدہ و تحقیق سرمایہ بعد میں اندلس کے راستے یورپ پہنچا اور یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کی بنیاد بنا۔

دینی علوم کی تدوین و ترقی

دینی علوم میں عباسی عہد میں یادگار کام ہوا۔ فقہ کے چار بڑے مکاتب اسی دور میں مدون ہوئے :امام ابو حنیفہؒ) وفات 150ھ (کے عراقی مکتب کی تدوین ان کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے کی؛ امام مالکؒ نے» الموطا «لکھی؛ امام شافعیؒ نے» الرسالہ «لکھ کر اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی؛ اور امام احمد بن حنبلؒ کا» مسند «حدیث کا عظیم ذخیرہ ہے۔ علمِ حدیث میں صحیح ستہ اسی دور میں مرتب ہوئیں :امام بخاریؒ کی» الجامع الصحیح«، امام مسلمؒ کی »صحیح«، اور ابو داؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ کے سنن۔ علمِ اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے اصول بھی اسی عہد میں مکمل ہوئے۔

تفسیر میں امام طبریؒ کی» جامع البیان «سنگِ میل ہے، اور علمِ کلام میں معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مباحث نے فکرِ اسلامی کو نئی وسعتیں دیں۔ تصوف کے ابتدائی بزرگ، مثلاً معروف کرخیؒ، سری سقطیؒ اور جنید بغدادیؒ، بھی اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ دینی علوم کی یہ تدوین اس لیے ممکن ہوئی کہ خلفاء علماء کی سرپرستی بھی کرتے تھے اور بڑی مساجد و مدارس درس و تدریس کے مراکز تھے۔

عربی ادب :نثر و شعر کی بلندی

ادب کے میدان میں عباسی عہد نثر اور شعر دونوں لحاظ سے بے مثال ہے۔ نثر میں ابن مقفع نے» الادب الکبیر «اور »کلیلہ و دمنہ «سے عربی نثر کو نیا اسلوب دیا؛ جاحظ نے» کتاب البیان والتبیین «اور» کتاب الحیوان «لکھ کر طنز،

فلسفہ اور ادب کو یکجا کر دیا؛ بدیع الزمان ہمدانی نے» مقامات «ایجاد کیے اور حریری نے انہیں کمال تک پہنچایا۔ ابو حیان توحیدی، ابن قتیبہ») عیون الاخبار«،» ادب الکاتب («اور خطیب بغدادی جیسے ادباء نے ادب، نقد اور تذکرہ نگاری کو نئی بلندی دی۔

شاعری میں ابو نواس، ابو تمام») حماسہ «کے مرتب(، بحتری، متنبی، ابو العلاء معری اور ابن رومی جیسے عظیم شعراء پیدا ہوئے۔ متنبی کو عربی شاعری کا عظیم ترین شاعر مانا جاتا ہے، جبکہ ابو العلاء معری کے فلسفیانہ اشعار اور »لزومیات «آج تک مطالعے کا موضوع ہیں۔ فارسی ادب میں فردوسی کا» شاہنامہ«، سعدی سے پہلے کی روایات اور رودکی جیسے شعراء بھی اسی دور کے پروردہ ماحول سے اٹھے۔ درباری سرپرستی نے شاعروں کی قدر افزائی کی اور محافلِ ادب بغداد و دیگر شہروں کی زندگی کا حصہ بن گئیں۔

تاریخ، جغرافیہ اور سوانح نگاری

تاریخ نویسی میں اس عہد میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ امام طبریؒ کی» تاریخ الرسل والملوک «عالمگیر تاریخ کا پہلا عظیم نمونہ ہے؛ مسعودی نے» مروج الذہب «لکھ کر تاریخ کو جغرافیہ و ثقافت سے جوڑا؛ یعقوبی، بلاذری») فتوح البلدان(«، ابن خلکان اور یاقوت حموی») معجم البلدان («نے تاریخ و سوانح کے خزانے بھر دیے۔ سیرت و مغازی کی کتب کی تدوین بھی اسی دور میں مکمل ہوئی اور تذکرہ نگاری) طبقات (ایک باقاعدہ فن بن گئی۔

جغرافیہ میں تاجروں اور بحری جہاز رانوں کے سفرناموں اور سرکاری ڈاک کے نظام نے معلومات فراہم کیں۔ ابن خرداذبہ کی» المسالک والممالک«، اصطخری، ابن حوقل اور مقدسی») احسن التقاسیم («کی تصانیف نقشوں سمیت لکھی گئیں۔ سیر و سیاحت کی روایت میں سلیمان تاجر اور بعد میں ناصر خسرو کے سفرنامے اسی علمی فضا کی پیداوار ہیں۔ ان کتب کی وجہ سے قرونِ وسطیٰ کے جغرافیے پر مسلمانوں کی اجارہ داری قائم رہی۔

علمی ادارے، کتب خانے اور کاغذ کی صنعت

ان سرگرمیوں کی پشت پر مضبوط ادارے موجود تھے۔ چین سے سیکھا گیا کاغذ بنانے کا فن بغداد793) ء کے لگ بھگ (میں کارخانوں کی صورت اختیار کر گیا، کتابیں سستی ہوئیں اور وراقین) کاتب و کتاب فروش (کا پورا طبقہ وجود میں آیا۔ بیت الحکمہ کے ساتھ نجی و سرکاری کتب خانے قائم ہوئے؛ نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ1065) ء (

سمیت مدارس کا جال بچھایا جہاں امام غزالیؒ جیسے اساتذہ پڑھاتے تھے۔ شفاخانوں میں طبی تعلیم اور رصدگاہوں میں فلکیاتی تحقیق بھی تدریس کا حصہ تھی۔

اس علمی ماحول میں کتب کی تالیف ایک باقاعدہ پیشہ بن گئی تھی۔ بعض کتب خانوں میں لاکھوں جلدیں موجود تھیں، جن کی فہرستیں (بھی مرتب کی گئیں؛ ابن ندیم کی» الفہرست «اس دور کی تمام علوم و مصنفین کی بہترین دستاویز ہے۔ مختلف مذاہب و قوموں کے علماء کا مکالمہ، مناظرے کی مجالس اور ترجمے کی محفلیں علمی آزادی کی دلیل تھیں، جس کی وجہ سے بغداد قرونِ وسطیٰ کا سب سے بڑا علمی دارالحکومت کہلایا۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ عہدِ بنو عباس میں علمی و ادبی سرگرمیاں ہمہ گیر اور منظم تھیں :ترجمے کی تحریک نے عالمی علوم ورثے کو عربی میں منتقل کیا، دینی علوم کی تدوین نے فقہ، حدیث، تفسیر اور کلام کو مستحکم شکل دی، ادب میں جاحظ و متنبی جیسے قد آور نام پیدا ہوئے، اور تاریخ و جغرافیہ میں طبری و مسعودی نے نئے معیار قائم کیے۔ کاغذ، کتب خانے اور مدارس جیسے اداروں نے اس تحریک کو جاری رکھا۔ یہی سرمایہ بعد میں یورپ منتقل ہوا اور جدید دنیا کی علمی ترقی کی بنیاد بنا، اس لیے اس دور کو بلا شبہ اسلامی تہذیب کا علمی سنہرا دور کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر :5 شمالی افریقہ کی مسلم حکومتوں کی کارکردگی 20) نمبر(

شمالی افریقہ کی مسلم حکومتوں کی کارکردگی پر سیر حاصل بحث کریں۔

تمہید

شمالی افریقہ) مغرب (سے مراد موجودہ لیبیا، تیونس، الجزائر اور مراکش کا وہ خطہ ہے جو ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں عقبہ بن نافعؓ اور پھر موسیٰ بن نصیر کی فتوحات کے نتیجے میں عالمِ اسلام کا حصہ بنا۔ ابتدائی دور میں یہ علاقہ دمشق و بغداد کے گورنروں کے ماتحت رہا، لیکن آٹھویں صدی کے آخر سے یہاں مقامی مسلم حکومتیں قائم ہو گئیں جن میں ادریسی، اغلبی، فاطمی، زیری و حمادی، مرابطی، موحدی، حفصی اور مرینی حکومتیں نمایاں ہیں۔ ان حکومتوں کی کارکردگی کا جائزہ سیاسی، علمی، معاشی اور تہذیبی میدانوں میں لیا جا سکتا ہے۔

ان حکومتوں کی کارکردگی کا عمومی خاکہ یہ ہے کہ انہوں نے شمالی افریقہ کو نہ صرف سیاسی وحدت کے قریب کیا بلکہ اسے عالمِ اسلام کا اہم علمی، تجارتی اور بحری مرکز بنا دیا۔ قیروان، فاس، مہدیہ، تیونس اور مراکش جیسے شہر علم و تجارت کے گہوارے بنے اور انہی حکومتوں کے دور میں اسلام صحرائے اعظم کے پار مغربی افریقہ تک پھیلا۔ تاہم ان کے زوال کی کہانی میں قبائلی اختلافات اور بیرونی حملے بھی شامل رہے۔

ادریسی و اغلبی حکومتیں :بنیاد اور علمی آغاز

ادریسی حکومت788) ء تا974 ء (کی بنیاد ادریس بن عبداللہ نے مراکش میں رکھی۔ ان کی سب سے بڑی کارکردگی بربر قبائل میں اسلام کی اشاعت اور فاس شہر کی بنیاد تھی، جسے ادریس ثانی نے باقاعدہ دارالحکومت بنایا۔ فاس بعد کے ادوار میں پورے مغرب کا علمی مرکز بن گیا۔ ادریسیوں نے مقامی قبائل کو متحد کر کے مراکش میں پہلی مقامی مسلم ریاست کی بنیاد رکھی، اگرچہ ان کی حکومت کمزور مرکزی نظام کی وجہ سے جلد تقسیم ہو گئی۔

اغلبی حکومت800) ء تا909 ء (تیونس) افریقیہ (میں عباسی خلافت کی نیابت میں قائم ہوئی مگر عملی طور پر خود مختار تھی۔ اغلبیوں کی کارکردگی تین میدانوں میں نمایاں ہے :اول، انہوں نے قیروان کو عظیم علمی مرکز بنایا، جہاں امام سحنونؒ نے فقہِ مالکی کی مشہور کتاب» المدونہ «مرتب کی اور مالکی فقہ پورے مغرب میں پھیلا۔ دوم، انہوں نے بحری طاقت منظم کی اور827 ء میں سسلی کی فتح کا آغاز کیا، جو تقریباً پون صدی میں مکمل ہوئی۔ سوم، آب پاشی کے بڑے تالاب) اغلبی حوض (اور قلعہ بند شہر تعمیر کر کے معیشت و دفاع کو مضبوط کیا۔ اتباعِ سنت، جہاد اور تجارت ان کی ریاست کی پہچان تھی۔

فاطمی، زیری اور حمادی دور

فاطمی حکومت909) ء تا1171 ء (کا آغاز شمالی افریقہ ہی سے ہوا۔ عبیداللہ مہدی نے مہدیہ شہر آباد کیا اور فاطمیوں نے مضبوط بحری بیڑا تیار کیا۔969 ء میں انہوں نے مصر فتح کر کے دارالحکومت قاہرہ منتقل کر لیا، مگر افریقہ میں اپنے نائبین زیری خاندان کو چھوڑا۔ شمالی افریقہ کے حوالے سے فاطمیوں کی کارکردگی میں مضبوط انتظامیہ، بحری تجارت کا فروغ اور صنعت و حرفت کی ترقی نمایاں ہے، اگرچہ ان کے اسماعیلی عقائد کی بنا پر اہلِ سنت اکثریت سے کشمکش رہی اور ان کا دور مذہبی تنازع کا شکار بھی رہا۔

زیری حکومت973) ء تا1148 ء (نے قیروان و مہدیہ کو مرکز رکھ کر تجارت اور علم کو فروغ دیا، مگر گیارہویں صدی میں بنو ہلال کے بدوی قبائل کی ہجرت نے افریقہ کی زراعت و شہری زندگی کو بڑا نقصان پہنچایا اور زیری طاقت کمزور ہو گئی؛ حمادی شاخ نے الجزائر میں بجایہ کو اہم بندرگاہ و علمی مرکز بنایا۔ اس دور کا سبق یہ ہے کہ مضبوط مرکز کے بغیر علمی و معاشی ترقی دیرپا نہیں ہوتی۔

مرابطی و موحدی حکومتیں :عروج کا دور

گیارہویں و بارہویں صدی میں مرابطین) المرابطون،1040 ء تا1147 ء (شمالی افریقہ کی کامیاب ترین حکومتوں میں سے ایک تھے۔ عبداللہ بن یاسین اور یوسف بن تاشفین کی قیادت میں صحرائی صنھاجہ قبائل متحد ہوئے؛ مراکش شہر 1070)ء (آباد ہوا اور مغرب و اندلس ایک ریاست میں جمع ہو گئے۔ مرابطین کی کارکردگی میں صحرائے اعظم کی تجارتی راہوں کا تحفظ، سونے کی تجارت کا فروغ اور1086 ء میں زلاقہ کی جنگ میں عیسائیوں کو شکست دے کر اندلس کے اسلام کو عارضی تحفظ دینا نمایاں ہے۔ فقہِ مالکی کا فروغ اور سادہ مذہبی زندگی ان کی پہچان تھی۔

موحدین) الموحدون،1121 ء تا1269 ء (نے ابن تومرت کی تحریک سے آغاز کیا اور عبدالمؤمن و یعقوب المنصور کے دور میں شمالی افریقہ و اندلس کی سب سے وسیع سلطنت قائم کی۔ ان کی کارکردگی تعمیرات میں نمایاں ہے :مراکش کی کتبیہ مسجد، رباط کا حسن ٹاور اور اشبیلیہ کی جیرالدا مینار آج بھی موجود ہیں۔ علمی میدان میں ابن رشد (Averroes)اور ابن طفیل») حی بن یقظان («جیسے فلسفی اسی دربار سے وابستہ تھے۔ موحدین کے زوال کے بعد یہ خطہ حفصی) تیونس(، مرینی) مراکش (اور زیانی) الجزائر (تین ریاستوں میں بٹ گیا۔

حفصی و مرینی دور اور مجموعی کارنامے

حفصی حکومت1229) ء تا1574 ء (تیونس کی طویل ترین حکومت تھی۔ حفصیوں نے یورپی ریاستوں) فرانس، اراغون، وینس، جنوا (کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے، تیونس کو مغرب کا مصروف ترین بازار بنایا اور علم کی سرپرستی جاری رکھی؛ اسی دور کے تیونس سے عالمِ اسلام کے عظیم ترین مورخ و ماہرِ عمرانیات ابن خلدون) وفات1406 ء (کا تعلق ہے، جنہوں نے» المقدمہ «یہیں کے علمی ماحول میں لکھی۔ مرینیوں نے فاس میں مدارس) بو عنانیہ وغیرہ (اور دنیا کی قدیم ترین

درسگاہوں میں شمار جامعہ قرویین کی سرپرستی کی، جس کی بنیاد فاطمہ الفہریہ نے859 ء میں رکھی تھی اور جو صدیوں تک مغرب و اندلس کے طلبہ کا مرکز رہی۔

مجموعی کارناموں میں تین چیزیں سب سے اہم ہیں۔ اول، صحارا پار تجارت :اونٹوں کے قافلے سونے، نمک اور غلاموں کی تجارت کے ذریعے مغربی افریقہ) گھانا، مالی، سونگھائی (کو شمالی افریقہ سے جوڑتے رہے اور اسی راہ سے اسلام افریقہ کے قلب تک پہنچا؛ ٹمبکٹو کا علمی عروج اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ دوم، فنِ تعمیر :قیروان کی جامع مسجد، فاس و مراکش کے مدارس و محلات اور رنگا رنگ ٹائلوں و محرابوں کا مغربی اسلامی طرز دنیا بھر میں مشہور ہوا۔ سوم، مالکی فقہ و تصوف کی اشاعت نے پورے مغرب کو مذہبی وحدت دی، جو آج تک اس خطے کی پہچان ہے۔

کمزوریاں اور زوال کے اسباب

کارکردگی کے روشن پہلوؤں کے ساتھ ان حکومتوں کی کمزوریاں بھی واضح ہیں۔ قبائلی عصبیہ) عرب و بربر کشمکش(، جانشینی کے جھگڑے اور اکثر حکومتوں کا محدود علاقوں تک سمٹ جانا سیاسی استحکام کو نقصان پہنچاتا رہا۔ بنو ہلال کی تباہ کاریوں، پھر پرتگالی و ہسپانوی ساحلی حملوں) پندرہویں صدی سے (اور مسلمانوں کی باہمی رقابت نے خطے کو کمزور کیا۔ سولہویں صدی میں عثمانی سلطنت کے آنے سے الجزائر و تیونس و لیبیا عثمانی نظام میں شامل ہو گئے جبکہ مراکش سعدی و علوی شرفاء کے زیرِ اقتدار آزاد رہا۔

اس کے باوجود مجموعی جائزہ یہی ہے کہ شمالی افریقہ کی مسلم حکومتیں فاتحانہ دور کی نسبت تنظیمی و تہذیبی اعتبار سے زیادہ کامیاب رہیں۔ انہوں نے جنگ و فتح سے آگے بڑھ کر شہر، مدرسہ، بازار اور بندرگاہ آباد کیے، افریقہ میں اسلام کی اشاعت کی اور یورپ کے ساتھ تجارت و سفارت کے تعلقات قائم رکھے۔ ان کی کارکردگی کا سرپرا مالکی فقہ کی وحدت، صحارا پار تجارت اور قیروان، فاس و تیونس جیسے علمی مراکز کی تشکیل ہے جو آج بھی ان کے سنہرے دور کی گواہی دیتے ہیں۔

نتیجہ

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ شمالی افریقہ کی مسلم حکومتوں — ادریسی، اغلبی، فاطمی، مرابطی، موحدی، حفصی اور مرینی — کی کارکردگی مجموعی طور پر شاندار رہی۔ انہوں نے سیاسی نظام قائم کیا، قیروان و فاس جیسے علمی مراکز

آباد کیے، مالکی فقہ و تصوف کو فروغ دیا، سسلی و اندلس کے محاذوں پر اسلام کا دفاع کیا اور صحارا پار تجارت کے ذریعے پورے مغربی افریقہ تک اسلام و تہذیب پہنچائی۔ داخلی اختلافات اور بیرونی دباؤ سے زوال آیا، مگر ان کی چھوڑی ہوئی علمی و تعمیراتی میراث آج بھی شمالی افریقہ کی شناخت ہے اور ان کا دور اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔

USMAN NOTES
www.usmannotes.com